حضور ﷺ کی دل جوئی ودانش مندی

مولانا عبدالستار سلام قاسمی

عـن عائشة قالت :” دب ،عب بالبنات عند النبي صلى الله عليه وسلم و كان لي صواحب يـلعبن معي، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل يتقمعن منه فيسربهن إلى فيلعبن معي“(متفق عليه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گڑیوں سے کھیلتی تھی، میری کئی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں اور جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دُبک جاتیں، لیکن آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے اور میرے ساتھ پھر کھیلنے لگتیں۔

اسلام میں دل جوئی کی بڑی اہمیت ہے، دل بدست آور کہ حج اکبراست، بشرطیکہ اس کی وجہ سے کسی خلاف شرعی امر کا ارتکاب نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ورق دل جوئی کے واقعات سے بھرا ہوا ہے، ابوداؤد کی روایت ہے:

”کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑے رہتے۔“

سیرت کی تمام کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والا جہاں چاہتا، آپ کو بٹھا کر یا کھڑے کھڑے بات کرتا رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تعب (تھکاوٹ) ومشقت کو محض اس کی دل جوئی میں برداشت کرتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی رخصت لے کر واپس ہوتا، مدینہ کی کوئی باؤلی عورت بھی جب اور جہاں چاہتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک کر دیر تک باتیں کیا کرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں لگ بھگ سو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد نبوی میں ملا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کا یہ نظارہ دیکھا ہے کہ صحابہ نمازِ فجر کے بعد جاہلیت کے قصے سننے اور سنانے میں مصروف ہیں اور کسی کسی بات پر ہنسی پھوٹ پڑتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ریز ہو کر دل جوئی کر رہے ہیں، یا اصحابِ ذی وقار کسی دنیوی معاملے پر تبادلۂ خیال کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی خاطر شریک گفتگو ہیں اور جب حاضرین ہی کا روئے سخن دین متین اور آخرت کی طرف ہوا تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی موضوع پر لب کشا ہیں۔

اہل خانہ کی دل جوئی کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے افسانوی طرز کی ایک طولانی حکایت سنائی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ پورے انشراح کے ساتھ سماعت فرمایا، بلکہ ان کے دل رکھنے کے لئے یوں فرمایا: تمہارے لئے میرے دل میں وہی حیثیت ہے، جو اس فسانے میں ''ابوزرع'' کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے کہ مجھے وہ منظر آج بھی یاد ہے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے ڈھانکے ہوئے حبشیوں کا کرتب دکھا رہے تھے، آخر کار دیکھتے دیکھتے میں ہی اُکتا گئی، حالانکہ میں اس وقت کھیل کود کی شوقین ایک نوعمر لڑکی تھی اور اسی سے اندازہ لگائیے کہ مجھے وہ تماشہ دیکھتے دیکھتے کتنا وقت لگا ہوگا، لیکن اہل خانہ کی دل جوئی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری بشاشت کے ساتھ کھڑے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خانہ کے ساتھ حسن معشرت کے وہ طور طریقے برتے اور دل جوئی کی ایسی ایسی صورتیں اپنائیں کہ آج تقدس و مشیخت کے مصنوعی خول میں رہتے ہوئے ان کا تصور بھی مشکل ہے، چنانچہ ایک مرتبہ کھلے میدان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، وہ ہلکی چھریری بدن کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں، مدتوں بعد جب ان کا بدن قدرے بھاری ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ پھر دوڑ کی، اس مرتبہ وہ پیچھے رہ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احساسات کا اندازہ کرتے ہوئے دل جوئی کی اور فرمایا: ''ایک بار تم جیتیں، ایک بار ہم جیتے، چلو برابر سرابر ہو گئے۔''

حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل خانہ ہی پر کیا موقوف، چھوٹے چھوٹے بچوں کی دل داری کا اتنا خیال تھا کہ شاید و باید، ابوعمیر ایک چھوٹے سے بچے تھے، جن کی ایک پالتو چڑیا ''نُغیر'' اتفاق سے مر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اداس و مغموم دیکھا تو دل جوئی کی اور اسے خوش کر دیا۔

دوسروں کا دل رکھنے کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز بھی نرالے تھے، حضرت نعیمان بن معیقب رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، محبت رسول سے سرشار یہ فدائی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و استغناء اور دنیا سے بے اعتنائی و بے التفاتی کو دیکھتا تو تڑپ کر رہ جاتا، دل میں ایک ہوک اٹھتی، کاش کسی طرح کوئی لذیذ و عمدہ غذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کر سکوں، لیکن آخر کیسے؟ اس لئے کہ خود ان کے ہاتھ خالی تھے، جو ینده یابنده، آخر فدائی کو ایک ترکیب

سوجھ ہی گئی، کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بیش قیمت اشیائے خوردنی خریدکیں اور لدے پھندے حاضر خدمت ہوکر گویا ہوئے، حضور! ہدیہ قبول فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی سامان رکھا ہی تھا کہ وہ صاحب، بل لئے ہوئے پیچھے پیچھے چلا آیا اور کہنے لگا: آپ کے نام یہ، اور یہ سامان خریدا گیا ہے، اس کی قیمت ادا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بھئی یہ کیا حرکت؟ کہنے لگے: میرا دل چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لذیذ ماکولات کو تناول فرمائیں، پاس میں کچھ تھا نہیں، اس لئے یہ گستاخی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ان کی دل جوئی میں بل ادا کئے جانے کا حکم فرمایا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت اکثر اسی طرح کیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض دل رکھنے کے لئے ہر بار رقم ادا کیا کرتے۔

ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملنا، اسی دل جوئی کی خاطر تھا، حد تو یہ ہے کہ قوم کا بدترین اور بدخلق بھی ملنے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ خوش خلقی اور دل داری کا معاملہ فرماتے اور امت کو اسی اسوۂ حسنہ پر کاربند رہنے کی ہدایت فرماتے۔

کسی بیمار کی عیادت کو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دھاڑس بندھاتے اور دل جوئی کے لئے ارشاد فرماتے: ''گھبراؤ مت، ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

کھانے کی مجلس میں، فراغت کے بعد لوگ بات چیت کے خیال سے دھونی (مجلس) جما کر بیٹھ جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خاطر بیٹھے رہتے، حالانکہ ایسا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت کلفت ہوتی اور بہت سے ضروری کام رہ جاتے، آخر خود ذات جاری نے اس معاملے میں مداخلت کرتے ہوئے یہ ہدایت کی:

﴿فاذا طعمتم فانتشروا ولامستانسين لحديث ط ان ذلكم كان يوذى النبى فيستحى منكم ز والله لايستحى من الحق﴾ (الاحزب:۵۳)

''جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ، باتیں کرنے کے خیال سے جم کر نہ بیٹھو، اس لئے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تمہارے لحاظ سے صاف نہیں کہتے، لیکن اللہ تعالیٰ کو صاف بات کہنے میں کیا لحاظ''؟

دانش مندی

عن أبي هريرة قال: قام أعرابي فبال في المسجد، فتناوله الناس، فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم: "دعوه وهريقوا على بوله سجلا من ماء أو ذنوبا من ماء، فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين" (صحيح البخاري، كتاب الوضوء)

عن أنس بن مالك قال جاء أعرابي فبال في طائفة المسجد، فزجره الناس، فنهاهم النبي

صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضیٰ بولہ أمر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذنوب من ماء فاھریق علیہ. (صحیح البخاری، کتاب الوضوء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کردہ دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ناواقف غیر مسلم دیہاتی، مسجد نبوی کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا، (اس وقت نہ تو مسجد کی چہار دیواری تھی اور نہ ہی اس کا فرش، سطح زمین سے بلند تھا) اس کی اس پر حرکت پر صحابہ اسے پکڑنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے لئے لپکے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا اور فرمایا: تمہارا کام لوگوں کے ساتھ سختی یا تشدد کرنے کا نہیں، بلکہ ان کی غلطیوں کو نرمی اور آسانی سے سمجھانے کا ہے، وہ غیر مسلم دیہاتی یہ صورت حال دیکھ کر خوف زدہ ہو رہا تھا، جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے بلایا اور بڑے پیار سے سمجھایا: ''یہ عبادت گاہ ہے، ایک پاک اور مقدس جگہ، جہاں پیشاب یا پاخانہ نہیں کیا جاتا۔'' اور صحابہ سے کہا کہ ایک بڑے ڈول میں پانی لے کر وہاں بہادو۔ (دار قطنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرش کے اس حصے کی مٹی کھودنے کا بھی حکم فرمایا)

اس واقعہ پر جس قدر غور کریں، اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سنگین سے سنگین مسئلے کا نہایت پر امن اور دانش مندانہ حل نکالنے کی قدرت کی طرف سے بھرپور صلاحیت موجود تھی۔

ایک غیر مسلم کا پیشاب اور وہ بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں! خدا کی پناہ! اس حرکت پر جو کچھ بھی ہوتا وہ تھوڑا تھا، عجب نہیں جو اس گنوار کی جان ہی چلی جاتی، کم از کم ایسی حالت میں بھاگ کھڑے ہونے کی صورت میں، مسجد کا ایک بڑا حصہ خراب ہونا یقینی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو بڑے صبر وضبط اور کمال دانش مندی سے یہ فیصلہ کیا کہ مسجد کا جو حصہ گندہ ہو چکا ہے، سو ہو چکا، اس کا بچانا تو بے سود ہے، البتہ اس غیر مسلم دیہاتی کی جان بچانے اور مسجد کے بڑے حصہ کو ناپاک ہونے سے محفوظ کرانے کی فکر کرنی چاہیے اور آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے مسجد کے صحن میں ایک بڑا سنگین واقعہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دانش مندانہ فیصلہ، اس اصول کے ماتحت تھا کہ جب انسان دو مصیبتوں میں گھر جائے تو اسے آسان مصیبت اختیار کر لینی چاہیے، کیونکہ عقل اور عبدیت دونوں کا یہی تقاضا ہے۔ ایسے میں جذباتی اور عاجلانہ فیصلے، عقلی دیوالیہ پن ہی کی علامت نہیں، تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بھی ہو سکتے ہیں، جس کا خمیازہ کبھی کبھی صدیوں بھگتنا پڑتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ نوجوانی کی عمر میں ایک مرتبہ دوران حج حضرت جعفر رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، لوگوں نے تعارف کرایا، حضرت جعفر رحمہ اللہ نے پوچھا: ''عزیزم! عقل مند انسان کی کیا پہچان ہے؟ آپ

نے جواب دیا: ''جو بھلائی (خیر) کو اختیار کرے اور برائی (شر) سے باز رہے۔'' یہ سن کر حضرت جعفر رحمہ اللہ نے کہا: ''میاں! یہ بات تو جانوروں میں بھی ہے، انہیں کھانے کو دیجئے تو دوڑ کر آئیں گے، ڈنڈا دکھائیے تو پیچھے ہٹ جائیں گے، پتہ چلا وہ بھی خیر و شیر سے واقف ہیں۔'' اب حضرت نعمان بن ثابت (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے ادب کے ساتھ عرض کیا: حضرت آپ ہی فرمائیں، حضرت جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عقل مند انسان کی پہچان یہ ہے کہ دو برائیوں کے بیچ، خدانخواستہ پھنس جائے تو ہلکی اور آسان راہ کو اختیار کر کے نکل آئے۔''

صلح حدیبیہ میں نہایت دب کر کیا جانے والا معاہدہ، حتیٰ کہ سرنامہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹائے جانے کے باوجود، اسی طرح رہنے دینا اور اسے نہ چھیڑنا، منافقین کی بعض کھلی گستاخیوں اور اسلام دشمنانہ سرگرمیوں کے باوجود انہیں سزا نہ دینا، جنگ احد کے نازک ترین لمحات میں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہو چکے تھے، ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کا جو اس وقت دشمن کی فوج کے سپہ سالار تھے، بار بار یہ پوچھنے اور مشتعل کرنے پر کہ ''کیا محمد زندہ ہیں؟ ابوبکر زندہ ہیں؟ عمر زندہ ہیں؟ نہیں! یہ سب ختم ہو چکے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینے سے منع کرنا اور خاموش رہنے کی تلقین کرنا اسی ''چھوٹی برائی'' کو اختیار کرنے کی چند واضح اور روشن مثالیں ہیں، جن کے دور رس اثرات کا ایک دنیا کو اعتراف ہے۔

گھریلو مسئلہ ہو یا شہری، ملکی ہو یا بین الاقوامی اس کے حل میں سوائے کسی نہ کسی برائی یا نقصان اٹھانے کے اور کوئی راستہ نہ ہو تو وہاں ''چھوٹی برائی'' یا ''تھوڑا نقصان'' گوارا کر کے ''بڑی برائی'' اور ''بڑے نقصان'' سے بچ جانا کمال دانش مندی ہے۔

☆......☆......☆

ملک بھر کے 70 سے زائد جید علماءِ کرام کے تاثرات پر مشتمل 480 صفحات کی منفرد نوعیت کی کتاب

''جمعیت علماءِ اسلام اور مولانا فضل الرحمٰن زعمائے اُمت کی نظر میں''

منظر عام پر آ گئی ہے۔

خواہشمند حضرات درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔ مرتب قاری شمس الدین شمسی

خیابانِ جمعیت (ٹھاکر میرا) P/O پڑہنہ ضلع مانسہرہ

0343-9691498
0342-9453402
0322-9146345